محمد ارشد خان

ناٹو میں توسیع: امریکی اہداف؟

زیادہ عرصہ پیشتر کی بات نہیں جب دنیا میں دو حریف قوتوں — ماسکو اور واشنگٹن — کا سکہ چلتا تھا۔ دو مخالف نظریات کی کشمکش تھی جو ساری دنیا پر حکمرانی قائم کرنے کے لیے اپنی اپنی دعوت پھیلا رہے تھے۔ ایک عالمی طاقت نے وارسا فوجی اتحاد کی بنیاد ڈالی، تو دوسری نے ناٹو کے نام سے مغربی دفاعی اتحاد قائم کر ڈالا۔ چونکہ دونوں طاقتیں ہم پلہ تھیں، اس لیے دنیا کا نظام کسی نہ کسی طور چلتا رہا اور طاقت کا توازن برقرار رہا۔ مگر بالآخر ایک نظریہ داخلی اور خارجی عوامل کے باعث زوال پذیر ہوگیا اور یوں سابق سوویت یونین بکھر کر ۱۵ آزاد و خود مختار ریاستوں میں بٹ گیا۔ سوویت یونین کے خاتمہ سے قبل ہی معاہدہ وارسا عملاً متروک العمل ہو چکا تھا۔ مغرب اور امریکہ کی حریف عالمی طاقت — سوویت یونین — کے زوال اور معاہدہ وارسا کے متروک العمل ہوجانے کے بعد ان کے مقابلے کے لیے قائم کیے گئے مغربی فوجی اتحاد (ناٹو) کی اہمیت ختم نہیں توکم ہوجانی چاہیے تھی۔ مگر سرد جنگ کے اختتام کے چھ یا سات سال بعد بھی امریکہ اور مغرب ماسکو کی زبردست مخالفت کے باوجود ناٹو کے کردار کو محدود کرنے کے بجائے اسے مشرقی یورپ تک توسیع دینے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں۔ چنانچہ ۸ اور ۹ جولائی (۱۹۹۷ء) کو ناٹو کے رکن ممالک کی سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں منعقدہ سربراہ کانفرنس میں مشرقی یورپ کے تین ممالک۔ پولینڈ، ہنگری اور جمہوریہ چیک کی ناٹو میں رکنیت کی منظوری دی گئی۔

مغربی دفاعی اتحاد — ناٹو — کے پہلے سیکریٹری جنرل لارڈ اسمے (ISMAY) نے آج سے پچاس برس قبل ناٹو کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا تھا: "یورپ کے نقطۂ نظر سے مغربی دفاعی اتحاد ناٹو کی تشکیل کے مقاصد میں روسیوں کو (یورپ سے) باہر رکھنا، امریکیوں کو (یورپ کے) اندر لانا اور جرمنوں کو قابو میں رکھنا شامل ہے"۔ لارڈ اسمے کی طرف سے پچاس سال قبل طے کردہ ناٹو کے یہ اہداف آج بھی ناٹو کو سابق سوویت بلاک کے ممالک تک توسیع دینے کے فیصلے کی پشت پر کارفرما نظر آتے ہیں۔ ہرچند کہ دوسری جنگ عظیم کا خاتمہ ہوئے پچاس برس سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور سرد-

جنگ کی برف پگھلنے کا عمل شروع ہوئے بھی ایک عشرہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔

توقع کے عین مطابق صدر کلنٹن اور ان کے اعلیٰ مشیروں نے اس بات کی بار بار تردید کی کہ امریکہ کی طرف سے ناٹو میں توسیع کی خواہش کی بنیاد جرمنی اور روس کی توسیع پسندانہ پالیسیوں کا سدّباب کرنا ہے۔ تاہم ناٹو میں توسیع کے مخالف اکثر آزاد تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ امریکہ کی طرف سے بار بار اس قسم کے تردیدی بیانات جاری کرنا بذاتِ خود اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ مفروضے میں کسی حد تک وزن ہے۔

مغربی سیاسی تجزیہ نگاروں کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ "واشنگٹن کو روس اور جرمنی سے متوقع خطرات" فرضی ہیں اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان تجزیہ نگاروں کے بقول براعظم یورپ میں غالب طاقت کی حیثیت سے روس کے ابھرنے کے امکانات — کم از کم مستقبل قریب میں — تقریباً معدوم ہیں۔ کیلی فورنیا سے تعلق رکھنے والے سیاسی اُمور کے ایک ماہر کرسٹوفر لائن کہتے ہیں: "اگر یورپ میں توسیع پسندانہ رجحانات کا حامل کوئی ملک ہوسکتا ہے تو وہ روس نہیں، جرمنی ہے۔ آج جرمنی کی معیشت پورے یورپ پر حاوی ہے۔ اس کی روایتی فوجی قوّت - فعاّل اور محفوظ - روسی فوجی قوّت سے زیادہ مؤثر اور زیادہ تباہ کن ہے"۔

کرسٹوفر لائن ناٹو کی توسیع کے پس پشت کار فرما امریکی احساسات کی نشان دہی کرتے ہوئے کہتے ہیں: "یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ ناٹو کو دوام بخشنے میں واشنگٹن کی دلچسپی کا باعث [امریکیوں کا] یہ ادراک ہے کہ روسیوں کو [یورپ سے] باہر رکھنا جتنا اہم ہے، اتنا ہی جرمنوں کو زیر رکھنا ضروری ہے"۔

ناٹو کی توسیع کے عمل سے متعلق روسی خدشات کی تشفی کے لیے ناٹو کی طرف سے کریملن کو "مشاورتی کردار" دینے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مغربی دارالحکومتوں کے لیے پریشانی کا باعث ماسکو نہیں برلن ہے۔ لائن کہتے ہیں: "ناٹو کی توسیع سے متعلق ماسکو کے نقطۂ نظر کو مد نظر رکھتے ہوئے امریکی پالیسی سازوں نے مجوّزہ توسیع کو کریملن کے لیے خوش نما بنانے کی جو کوششیں کیں ان کے ذریعے وہ بین السطور روسیوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ناٹو کی توسیع کریملن کے بہترین مفاد میں ہے کیونکہ اس کے ذریعے جرمنی کو قابو میں رکھا جاسکے گا اور برلن کو مشرقی اور وسطی یورپ میں اپنا دائرہ اثر بڑھانے سے روکا جاسکے گا"۔

حقیقت تو یہ ہے کہ واشنگٹن آنے والی صدی میں یورپ کے فوجی اور سیاسی معاملات میں واحد برتر طاقت کی حیثیت سے اپنے کردار کو دوام بخشنا چاہتا ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے امریکی موجودہ مرحلے میں روس اور جرمنی کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ لیکن درپردہ ان کی کوشش یہ ہے کہ مشرقی اور وسطی یورپ کے ممالک کو ناٹو میں شامل کر کے اُنہیں ان دونوں - روس اور جرمنی - کی متوقع

توسیع پسندی کے خطرات سے بچایا جائے۔ امریکی صدر اگرچہ اس سلسلے میں بہت محتاط ہیں تاہم ان کے (اور ان کے مشیروں کے) بعض اقدامات واشنگٹن کے خفیہ ایجنڈے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی اہل کار اس سلسلے میں بار بار وضاحتی بیانات جاری کرتے رہتے ہیں۔

صدر کلنٹن جولائی (۱۹۹۷ء) میں میڈرڈ سے سیدھے پولینڈ روانہ ہوئے۔ صدر کلنٹن کے قومی سلامتی کے مشیر سموئیل برگر نے ان کے اس اچانک دورے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: "صدر کلنٹن کا دورہ پولینڈ محض اتفاقی تھا۔ پولینڈ، ہنگری اور جمہوریہ چیک کو ناٹو میں شمولیت کی دعوت دینے کا واحد مقصد ان ریاستوں میں جمہوریت کو فروغ دینا ہے۔ ان کے اس دورے کا روس یا جرمنی سے متعلق تشویش سے کوئی تعلق نہیں تھا"۔ اُنہوں نے مزید کہا:

"میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی تشویش کے بارے میں آپ نے میڈرڈ کانفرنس میں کچھ نہیں سنا ہوگا"۔

سموئیل برگر نے اس سلسلہ میں جرمنی کے چانسلر ہیلمٹ کوہل کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ نہ صرف ناٹو کی توسیع کے حامی ہیں بلکہ اُنہوں نے ناٹو کی توسیع کے فیصلے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر روس سے لاحق تشویش ناٹو میں توسیع کے فیصلے کا محرک ہوتی تو روس کو ناٹو کے معاملات میں مشاورتی کردار کیوں پیش کیا جاتا؟۔ برگر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امریکہ کو جرمنی یا روس سے کوئی تشویش نہیں ہے اور نہ ہی ناٹو کی توسیع کا مقصد ان ریاستوں کو counter کرنا ہے۔ اُنہوں نے مزید کہا:

یہ تازہ پیش رفت توازن قوت کی نئی صورت حال اور نئی حقیقتوں کی آئینہ دار ہے۔ یہ نہیں کہا جا رہا کہ تاریخ اپنے آپ کو نہیں دہرا سکتی لیکن ہم نئی تاریخ رقم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"۔

دراصل ناٹو کی توسیع کا مقصد — جو صدر کلنٹن کا آئیڈیا ہے اور جسے اب بھی متعدد یورپی ممالک غیر ضروری خیال کرتے ہیں — براعظم یورپ کے سیاسی اور عسکری معاملات میں امریکہ کو اہم کھلاڑی کی حیثیت سے باقی رکھنا ہے۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے مئی ۱۹۹۷ء میں کہا تھا:

"[یورپ میں] استحکام کے ایک ایسے نظامِ کار کی دریافت ایک غیر معمولی کامیابی ہوگی جو امریکہ کو یورپ کی سلامتی، اس کی آزادی اور علاقائی وحدت سے مربوط رکھے۔ [ناٹو میں توسیع کے ذریعے] اس مقصد کا حصول ہمیں اکیسویں صدی میں [اپنی کامیابیوں کا] ایک نیا باب رقم کرنے کے مواقع فراہم کرے گا"۔